جمہوریت کیا ہے؟

منتظر عباسی (مری)

یہ زمانہ نشر و اشاعت، تشہیر اور پروپیگنڈے کا ہے۔ اخبارات، رسائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ ذرائع ابلاغ و تشہیر ہیں۔ اور پروپیگنڈا ایک فن اور سائنس کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس فن کے ماہر چاہیں تو نیک کو بد اور بد کو نیک منوا سکتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا اصول اور طریق کار یہ ہے کہ جو بات مشہور اور مقبول بنانی ہو اسے بار بار دھرایا جائے، تاکہ لوگ اسکی صداقت پر یقین کر لیں۔

گذشتہ ایک سو سال سے جمہوریت کے حق میں پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اور عوام کو اسی حد تک متاثر کر دیا گیا ہے کہ جمہوریت کے نادیدہ عاشق بن گئے ہیں۔ جمہوریت نے مذہب کا مقام اختیار کر لیا ہے۔ اور مفاد پرست جمہوریت کے نام پر عوام کو دھوکا دینے میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ امریکہ جمہوریت کے نام پر دنیا بھر میں جو کچھ کر رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

ہمارے ہاں بھی جمہوریت کا چرچا عام ہے اور لوگوں کو جمہوریت کے نام پر آسانی سے متاثر کیا جا سکتا ہے۔ اور تو نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ لوگ اور اچھے خاصے دیندار لوگ بھی اسلام کے بعض اصولوں کو جمہوریت کے پیمانے سے ناپ رہے ہیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم جمہوریت کی حقیقت سے باخبر ہوں۔ بس اسی مقصد کیلئے یہ سطور پیش کی جا رہی ہیں۔

اھدنا الصراط المستقیم۔

جمہوریت: جمہوریت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو لفظ "جمہور" کے آخر "یت" لاحقہ لگا کر بنایا گیا ہے۔ جمہور کے معنی ہیں عوام، اکثریت، لوگ وغیرہ انگریزی میں جمہوریت کا مترادف ڈیموکریسی (DEMOCRACY) ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان کے دو لفظوں سے مرکب ہے ڈیمو (DEMO)

یعنی عوام - اور کراتو (KRATU) یعنی طاقت - مرکب کے معنی ہیں عوام کی طاقت، عوام کی حکومت، یا عوام کا اقتدار - ایک دوسرا لفظ ہے ری پبلک (REPUBLIC) یہ REAL اور PUBLIC سے مرکب ہے، جس کے معنی ہیں حقیقی عوام - غرض جمہوریت اور اس کے مترادفات کے معنوں میں عوام یا اکثریت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

یہ تو لفظ جمہوریت کا لغوی معنیٰ تھا جس سے بحث ہمارا مقصد نہیں - ہم اس کے اس مفہوم پر غور کرنا چاہتے ہیں، جو علم سیاست کی اصطلاح میں مراد لیا جاتا ہے۔ علم سیاست میں جمہوریت سے مراد ایک خاص طرزِ حکومت (A FORM OF GOVERNMENT) ہے، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ اس حکومت کے چلانے والے عوام ہوتے ہیں اور عوام اپنے ہی مفادات اور فوائد کے لئے حکومت چلاتے ہیں۔ امریکہ کے ایک مقتول صدر ابراہیم لنکن کا کہنا ہے کہ :

Democracy is the Government of the people, by the people, for the people.

یعنی جمہوریت ایک عوامی حکومت ہے، جسے عوام اپنے لئے خود چلاتے ہیں۔

جمہوریت کی تاریخ خاصی پرانی اور طویل ہے - اڑھائی ہزار سال قبل مسیح یونان کے حکماء نے جمہوریت پر غور و فکر کیا تھا۔ یونانی فلاسفر افلاطون (PLATO) کی کتاب "جمہوریت" (REPUBLIC) آج بھی دنیا میں شوق سے پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ جدید جمہوریت کے داعی وہ لوگ ہیں جن کی کوششوں سے اٹھارویں میں انقلاب فرانس رونما ہوا۔ روسو کی کتاب "معاہدۂ عمرانی" (CONTRAT SOCIAL) انقلاب فرانس کے مجاہدوں کے نزدیک انجیل کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کتاب میں جمہوریت کو بہترین حکومت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جمہوریت چونکہ ایک طرز حکومت ہے، اس لئے اس کی حقیقت کو بے نقاب دیکھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم حکومت کی حقیقت کو سامنے رکھیں نیز حکومت مملکت یا ریاست (STATE) کا ایک حصہ ہے، اس لئے مملکت کی اصلیت سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ہمیں بات مملکت سے شروع کرنی چاہیئے۔

مملکت | مملکت یا ریاست جسے انگریزی میں سٹیٹ (STATE) کہتے ہیں، ایک سیاسی اصطلاح ہے۔ اور اس سے مراد ایک ایسا خطۂ ارضی ہے، جس پر مخصوص لوگ آباد ہوں اور ان لوگوں کی منظم معاشرت اور ان کا اپنا اقتدار ہو۔ منظم معاشرت سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ قواعد و ضوابط کے

پابند ہوں اور ملکر اس انداز میں زندگی بسر کرتے ہوں کہ ہر ایک کے فرائض اور حقوق متعین ہوں، اقتدار سے مراد یہ ہے کہ اسی خطۂ ارضی پر بسنے والوں کی اپنی خود مختار حکومت ہو۔ ان کی اجازت کے بغیر اسی سرزمین میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکے، اور انہیں دنیا کی دوسری مملکتوں یا ریاستوں سے صلح و جنگ کے معاہدے اور معاملات کرنے کی آزادی ہو۔ مملکت میں مستقل آباد لوگ، اسی مملکت کے شہری کہلاتے ہیں۔ اور ان کے آپس کے تعلقات جو ایک مملکت کے شہری ہونے کی حیثیت سے قائم ہوتے ہیں، ان میں قومیت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اس طرح ایک مملکت کے تمام شہری ایک قوم کہلاتے ہیں، اور مملکت ان کا وطن ہوتی ہے۔

گویا وطن اور قوم کا تصور مملکت کے وجود سے قائم ہے۔ اس موقعہ پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہم مملکت قوم وطن یا حکومت کے اسلامی تصور کی بات نہیں کر رہے ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ جدید علم سیاست کی جدید اصطلاحات کی تشریح ہے۔

مملکت کس طرح وجود میں آئی فرانس کے عظیم دانشور جس کی کتاب معاہدہ عمرانی کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ یعنی روسو اپنی ایک دوسری کتاب "انسانی عدم مساوات کے اسباب" میں لکھتا ہے کہ،

"موجودہ معاشرے کا بانی وہ شخص ہے، جس نے پہلے پہل زمین کے قطعہ پر قبضہ کر کے یہ کہا کہ یہ میری ملک ہے۔"

گویا مملکت کا وجود اس وقت ظہور پذیر ہوا جس وقت انسان میں ذاتی ملکیت اور خاص کر زمین پر قبضہ کا تصور پیدا ہوا۔ پہلے پہل انسان خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتا تھا، شکار کرتا اور بھوک کی آگ بجھاتا رفتہ رفتہ زندہ شکار پکڑنے کے قابل ہوا، اور اس سے مویشیوں کے ریوڑوں کا مالک بن گیا۔ مویشیوں کے لئے چراگاہوں کی ضرورت تھی، مختلف گروہوں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے انسانوں نے برف پہاڑوں، ریگستانوں اور خطرناک جنگلوں سے بچی ہوئی زمین کو چراگاہوں میں بانٹ لیا تھا۔ رفتہ رفتہ انسان نے کاشت اور زراعت کا مشغلہ اختیار کیا۔ تو زمین کی اہمیت بڑھ گئی، مستقل آبادیاں اور شہر وجود میں آگئے، اور شہری زندگی نے ثقافت اور تہذیب کو جنم دیا، تقسیم کار کا اصول رائج ہوا اور مملکت نے موجودہ صورت اختیار کر لی۔

آج مملکت ایک وطن ہے، اور مملکت میں تمام لوگ ایک قوم ہیں۔ اس قوم کا فرض ہے کہ اپنے وطن کے اندر امن اور اس کی سرحدوں کے تقدس کی حفاظت کرے۔ داخلی امن کے لئے قانون، عدالت، پولیس اور عقوبت خانوں کا ہونا ضروری ہے اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے مسلح افواج

لابدی ہیں۔ آج دنیا میں کسی ایسی مملکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جو قانون، عدالت، پولیس، عقوبت خانوں اور مسلح افواج کی ضرورت محسوس نہ کرتی ہو، سوئٹزرلینڈ میں اگر مسلح فوج نہیں تو اس کی فوجی ضرورت اس کے ہمسایہ ملک باہمی معاہدہ کی رو سے پوری کرتے ہیں۔ مملکت کی ان ضرورتوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ملک میں ایک ادارہ قائم کیا جاتا ہے جسے حکومت کہتے ہیں ۔۔۔۔

روسو نے اپنی کتاب "معاہدہ عمرانی" میں وضاحت سے بتایا ہے کہ مملکت اور حکومت کا وجود اس وقت ممکن ہوا جب انسان کے پاس اس کی ضرورت سے زیادہ دولت جمع ہوئی۔ اس لئے کہ اگر زائد دولت نہ ہو تو مملکت اور حکومت کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے۔ اشتراکیوں کا خیال ہے، جیسا کہ لینن نے اپنی کتاب "ریاست و انقلاب" میں لکھا ہے کہ

"ریاست یا مملکت سماج میں طبقات کا نتیجہ ہے، یہ ناقابل مصالحت طبقاتی تضادات کا نتیجہ ہے اور مظلوم کو لوٹنے اور دبائے رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔"

لینن اپنی محولہ بالا کتاب میں وضاحت سے لکھتا ہے کہ ریاست طبقات کی پیداوار ہے، اور جب طبقات ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں صرف اور صرف محنت کشوں کا راج ہوگا۔ اس وقت مملکت یا ریاست خود بخود ختم ہو جائے گی۔

ریاست اور حکومت کی حیثیت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہم قارئین کرام سے عرض کریں گے کہ اگر موقع ملے تو روسو کی کتاب "معاہدہ عمرانی" اور لینن کی کتاب "ریاست و انقلاب" کا ضرور مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں فکر انسانی کی ان خامیوں کی نشاندہی کرتی ہیں جو وحی کی روشنی سے محرومی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہیں۔

روسو کی کتاب "انسانی عدم مساوات کے اسباب" سے ایک اقتباس ہم نے اوپر پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ذرا آگے چل کر لکھتا ہے:

"کتنے جرائم جنگوں قتل و غارت گری مصائب اور آلام سے بنی نوع انسان کو نجات مل جاتی اگر کوئی شخص حد بندی کے نشانوں کو مٹا دیتا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتا کہ تم سب زمین کے ایک جیسے مالک ہو اور یہ شخص جو اپنے لئے یا اپنی قوم کے لئے زمین کا حصہ مخصوص کر رہا ہے، یہ دھوکہ باز اور فریب کار ہے۔"

گویا روسو کے نزدیک مملکت کا وجود دنیا میں فتنہ و فساد قتل و غارت گری اور جنگوں کا باعث ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ مملکت نے وطن اور قوم کا تصور ابھارا ہے، اور دنیا میں جس قدر بڑی لڑائیاں ہوئی ہیں، وہ وطن پرستی اور قوم پرستی ہی کے نتائج ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد ایک مغربی دانشور نے "عالمی ریاست" (THE STATE OF THE WORLD) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں جنگ کے اسباب وعلل کا تجزیہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے:

"یہ واقعہ ہے کہ ہمارے دور کی دونوں لڑائیاں قوم پرستی کی پیداوار ہیں۔ اور یہی (قوم پرستی) ہمارے زمانے میں سب سے بڑی سیاسی قوت ہے ان دونوں لڑائیوں کی تہ میں وہی اصول کارفرما تھا جس کی رو سے دنیا کو آزاد قومی مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور جس کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مملکتیں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر کرتی ہیں۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ ان حالات میں کبھی صالح معاشرتی نظام قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اور رونا صرف یہی نہیں کہ دو عالمگیر لڑائیاں کیوں ہو گئیں بلکہ رونا اس بات کا ہے کہ جب دنیا میں جنگ نہیں ہو رہی ہوتی اس وقت بھی امن قائم نہیں ہوتا۔"

(بحوالہ کتاب "انسان نے کیا سوچا" صفحہ ۲۳۹)

مصنف نے واضح اور کھلے لفظوں میں دنیا بھر کے سیاست دانوں کی فکری کوششوں کے غلط نتائج اور بدترین ثمرات کی نشاندہی کی ہے۔ جس سے یہ حقیقت نمایاں ہو گئی ہے۔ کہ مملکت کا وجود جنگ و جدل اور فتنہ وفساد کا باعث ہے۔ ظاہری جنگ نہ ہو تو بھی دنیا میں امن قائم نہیں رہتا مملکتوں کے درمیان سیاسی اختلافات جنہیں سرد جنگ کہا جاتا ہے۔ ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

امن نام ہے ذہنی سکون کا اور ایسے حالات کا جن میں انسان اطمینان سے زندگی بسر کرے اور سب جانتے ہیں کہ یہ چیز آج بھی اسی طرح ناپید ہے۔ جس طرح ۱۹۱۴ء کی پہلی عالمی جنگ اور ۱۹۳۹ء کی دوسری عالمی جنگ کے زمانوں میں ناپید تھی۔ جنگ۔ اور نام نہاد امن کے زمانوں میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ جنگ کے زمانے میں فتنہ وفساد زیادہ شدید ہوتا ہے اور مؤخر الذکر زمانے میں اس کی شدت میں کسی حد تک کمی آجاتی ہے۔ یا جنگ کے زمانے میں انسانوں کا قتل ہوتا ہے اور امن کے زمانے میں قتل کئے جانے کا ڈر اور خوف ہوتا ہے۔ نیز امن کے زمانے میں جنگ کی تیاری کی جاتی ہے۔

مملکت کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ ہم نے زمین کو مختلف اقوام میں منصفانہ طور پر تقسیم کر دیا

ہے تاکہ امن قائم رہے، لیکن حالات و واقعات شاہد ہیں کہ اس تقسیم نے اقوام میں نفرت اور علیحدگی کے رجحانات پیدا کر دئے ہیں۔ افراد کا بغض، دعداوت، حسد اور رقابت قوموں کے بغض دعداوت حسد اور رقابت میں بدل گئے ہیں۔ جب مملکت نہ تھی تو زید بکر کا مخالف تھا زید بکر سے حسد کرتا اور مال و دولت میں اس سے بڑھ جانے کی فکر میں رہتا تھا۔ اب جبکہ مملکت قائم ہوگئی ہے، تو زید کی پوری قوم بکر کی پوری قوم سے حسد کرنے لگی اور مال و دولت میں اس سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہے۔ گویا افراد کی برائیاں قوموں کی برائیاں بن گئی ہیں، افراد کے اختلاف قوموں کے اختلافات کی صورت میں بدل گئے ہیں۔ یوں کہئے کہ اختلافات کو مملکت نے منظم اور مستحکم کر دیا ہے۔

آج جب کہ جنگ کی حالت نہیں ہے۔ دنیا کے ساڑھے تین ارب انسان اپنی محنت و مشقت کے ثمرات یعنی دولت کا نوے فی صد جنگ۔ کی تیاری پر صرف کر رہے ہیں۔ انسان چاند پر اس لئے نہیں گیا کہ خدا کی خالقیت کے مظاہر کا مشاہدہ کرے یا خلق خدا کی بہتری کی راہیں نکالے بلکہ اس نیت اور ارادے سے گیا ہے، کہ تیسری عالمی جنگ کی صورت میں خلا سے آگ برسانے کا بندوبست کرے روسی اور امریکی سیاست دانوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ تسخیر خلا سے انکا مقصد جنگ کی تیاری ہے۔ یہ ہے مملکت۔ اب آئیے حکومت کیطرف جو مملکت کے مقاصد کو عملی صورت دینے کا ایک۔ ذریعہ یا مملکت کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔

حکومت | حکومت ایک ایسا ادارہ ہے، جو مملکت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ حکومت مملکت کے اندر امن اور اس کی سرحدوں کے تقدس کی حفاظت کرتی ہے۔ حکومت قوم کے افراد یعنی مملکت کے شہریوں کو ان کے فرائض ادا کرنے پر مجبور کرتی اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے۔ قانون، عدالتیں، پولیس، عقوبت خانے اور مسلح افواج حکومت کے کارنامے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ حکومت مملکت کے مقاصد کی تکمیل کا کام کرتی ہے۔

حکومت کی مختلف قسمیں ہیں، لیکن سب میں قدر مشترک حاکمیت کا تصور ہے۔ مملکت میں آباد شہریوں کی غالب اکثریت بلکہ کم وبیش ساری قوم محکوم اور رعایا ہوتی ہے۔ اور چند افراد حاکمیت اور اقتدار کے مالک ہوتے ہیں۔ گویا قوم دو حصوں یا دو طبقوں میں بٹ جاتی ہے۔ حاکم اور محکوم حاکم طبقہ اپنی حاکمیت کے تحفظ اور بقاء کے لئے جدوجہد کرتا ہے، اور محکوم طبقہ زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتا ہے۔ حاکم خواہ بادشاہ ہو یا صدر مملکت اس کا مفاد محکوم عوام کے مفادات سے مختلف ہوتا ہے۔ سربراہ مملکت کو اپنے مفادات کے

تحفظ کے لئے مکر و فریب سے کام لینا پڑتا ہے۔ کہیں ایسا ہوتا ہے کہ حاکم محکوم رعایا میں پھوٹ ڈال کر انہیں کمزور بنائے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کہیں قوم اور وطن پرستی کے جذبات ابھار کر بیرونی دشمنوں کی فرضی دشمنی کا مقابلہ کرنے کی راہیں سوچتا ہے۔ جنگ ہمیشہ دو مملکتوں کے حکمرانوں کی غلط حکمت عملی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور اس کا سارا بوجھ محکوم عوام کو برداشت کرنا پڑتا ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی ملک کا حکمران محکوم رعایا کی توجہ ملکی مسائل سے ہٹانے کی خاطر جنگ چھیڑ دیتا ہے۔ اور اس کے تمام تر نتائج کی ذمہ داری قوم پر ڈال دی جاتی ہے۔

حکمرانوں نے اپنے اعمال کی ذمہ داری محکوم عوام پر ڈالنے کے لئے حکومت کی ایک نئی قسم اختراع کی ہے جسے جمہوریت کا نام دیا گیا ہے۔ لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اس حکومت کے تمام فیصلے عوام کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان فیصلوں کی ذمہ داری بھی عوام ہی پر عائد ہوتی ہے۔ تاریخ میں بیشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی ملک کے بادشاہ نے جنگ وغیرہ قسم کی کوئی بڑی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور جب اس میں وہ ناکام ہوا تو اسے سزا دی گئی۔ اور عوام نے اسے قتل کر دیا۔ عہد حاضر کے حکمرانوں نے اس خطرے سے بچنے کے لئے جمہوریت کی راہ نکالی ہے، کہا جاتا ہے کہ:

"جمہوریت میں اقتدار کے مالک عوام ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا فیصلہ عوام کرتے ہیں اور نتائج کی ذمہ داری بھی عوام ہی برداشت کرتے ہیں۔"

اہل نظر سے پوشیدہ نہیں کہ حکمرانوں کا یہ کہنا کہ عوام اقتدار کے مالک ہوتے ہیں، سراسر جھوٹ ہے، اگر عوام اقتدار کے مالک ہیں، تو اقتدار کن لوگوں پر قائم کیا جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص بیک وقت حاکم اور محکوم ہو سکتا ہے۔؟ حکومت شخصی ہو یا جمہوری اقتدار کے مالک صرف چند افراد ہوتے ہیں اور باقی عوام محکوم رعایا کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتے، البتہ حکمرانوں کے اعمال بد کی ذمہ داری ان سب پر عائد ہوتی ہے۔ یہ رات دن کماتے اور محنت کرتے ہیں۔ اور ان کے ٹیکسوں سے حکمران طبقہ حکومت کے مصارف پورے کرتا ہے۔ یہ لوگ حکمرانوں کے مفادات میں فوجوں میں شامل ہو کر سرحدوں پر اور سرحدوں سے اور دوسری مملکت کی حدود میں جا کر لڑاتے اور اپنا خون بہاتے ہیں۔ دنیا کی پوری تاریخ میں کوئی ایک ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی مملکت کے محکوم عوام یعنی رعایا پر مشتمل فوج نے کسی ایسے ملک یا مملکت کی افواج سے جنگ کی ہو جس سے لڑنے والوں کی مخالفت یا دشمنی بھی۔ جنگ ہمیشہ حکمرانوں کی غلط کاریوں کا نتیجہ ہوتی ہے، اور سپاہی بیچارے دھوکے میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ روسو نے لکھا ہے:

"جنگ انسانوں کے تعلق نہیں بلکہ ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا نام

باقی صفحہ ۵۵ پر